TQ Lesson 51 Surah Nisa 1-6 Tafseer

آیت 1:
يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

ترجمہ:
لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سےمرد و عورتیں دنیا میں پھیلا دیے اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے

سورۃ النساء کی پہلی ہی آیت میں اللہ رب العزت نے **يَاأَيُّهَاالنَّاس** اے لوگو! یعنی تمام کی تمام انسانیت کو مخاطب کیا ہےاور **الناس** سے مراد کیا ہے؟ تمام لوگ اے لوگوں اور لوگوں کو جو بات کہی گئ اور بڑی خاص بات ہےوہ کیا ہے **اتَّقُوا** ڈرو تقویٰ اختیار کرو - تقویٰ یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے دوسروں کے حقوق ادا کرنا آسان ہو جاتے ہیں ،تقویٰ خوف خدا ہے ،دل کی اس کیفیت کا نام ہےجس سے انسان دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا اور اگر آپ اس بات پر غور کریں کہ دنیا میں ہر شخص کے کچھ حقوق ہیں اور کچھ فرائض ہیں تویہاں پر سورۂ النساء کے شروع میں ہی حقوق العباد کا ذکر کیا گیا ہے حقوق العباد میں بھی خاص طور پر رشتےداروں ، عورتوں ، یتیموں 'بیویوں کے حقوق، خاص طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہےآپ عام زندگی میں دیکھیں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو عام معا ملات سے تعلق رکھتی ہیں جیسے کہ کسی چیز کو خریدنا اور بیچنا تو اس وقت آپ کیا کرتے ہیں آپ گواہ مقرر کر لیتے ہیں آپ کوئ معاہدہ لکھ لیتے ہیں کہ اتنے پیسے فلاں فلاں کو دے رہا ہوں اور یہ مدت ہے یہ گواہی ہو گی اور اگر کوئ انکار کر دے تو آپ گواہ بلاتے ہیں آپ عدالت میں لے جاتے ہیں ایک معاہدہ ہےلوگ اس کے پابند ہوتے ہیں کہ اس کو ادا کریں اسی طرح سے مثلاً آپ گاڑی چلاتے ہیں آپ بیلٹ نہیں لگاتے تو ٹکٹ مل جاتا ہے ایک قانون ہے جو آپ کو پابند کرتا ہےکہ آپ اس کے مطابق عمل کریں لیکن اولاد، والدین ، شوہر، بیوی ،یتیم، یہ جو باہمی آپس میں حقوق ہیں اس کے لئے کوئ معاہدہ نہیں ہوتا میاں بیوی گھر میں رہتے ہیں ،شوہر زیادتی کر رہا ہے یا عورت زیادتی کر رہی ہے اب بات بات پر گواہ تو نہیں آئیں گے ، کبھی رات ہوتی ہے کبھی دن کا اجالا ہوتا ہے لڑائی جھگڑے مسئلے مسائل ، زیادتیاں ،ماں باپ اور اولاد کے درمیان اگر مسائل ہیں ،آپس میں حقوق ٹھیک سے ادا نہیں ہو رہے تو آپ کہیں سے گواہ ، یا عدالت تو نہیں لگاتے یا پھر معاہدہ تو بات بات پر نہیں ہوتا - تو وہ کون سا قانون ہے، کون سی طاقت ہے ، کون سی چیز ہے، جو اس بات پر آمادہ کرتی ہےکہ لوگ آپس میں حقوق ادا کریں وہ چیز اللہ کا خوف ہے **اتَّقُوا** اللہ کا ڈر، خوف خدا اور خوف آخرت یہ وہ دو بنیادی ستون ہیں، یہ دو اہم چیزیں ہیں جو انسان کو اس چیز کیلئے آمادہ کرتی ہیں کہ انسان ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے- آپس میں حقوق کی ادائیگی کا انحصارمحبت،ادب،دینداری،ہمدردی،قلبی خیرخواہی پرمنحصرہےلیکن یہ محبت، ہمدردی، ادب ، خیر خواہی کب پیدا ہوتی ہے جب انسان کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے آپ دیکھیں لڑکی اور لڑکا غیر محرم ہوتے ہیں، لیکن جب اللہ کا لفظ بیچ میں آ جاتا ہے تو محرم بن جاتے ہیں نکاح میں اللہ ہی کے نام سے تو معاہدہ ہوتا ہے تو اب آپس میں رشتے دار بن گئے یہ تقویٰ کی طاقت ہے، آخرت کا خوف ایک

ایسی قانون کی طاقت ہے، ایک ایسی حکومت ہے کہ اس کے ذریعے سے آپس میں حقوق کی ادائیگی زیادہ آسان اور سہل ہو جاتی ہے پھر یہ نہیں ہوتا کہ یہ ادائیگی وقتی طور پر ہو بلکہ ہمیشہ ہوتی ہے ، ہر حال میں ہوتی ہے ،کوئی بھی نہ دیکھ رہا ہو اللہ دیکھ رہا ہے ،انسان زیادتی کرنے سے بچتاہے اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر حقوق کا ذکر کیا انسانوں کے باہمی حقوق اور خصوصیت کے ساتھ خاندان کے حقوق ، میاں بیوی کے ، والدین کے، بچوں کے ، یتیموں کے یعنی ان حقوق کا ذکر کیا۔تو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کی بنیاد رکھی ۔ **اتَّقُوا رَبَّكُمُ** ڈرو اپنے رب سے،کسی اور سے نہیں اپنے اس رب سے ڈرو ،جس نے **الَّذِي خَلَقَكُم** تم کو پیدا کیا ، کچھ بھی نہیں تھے۔تمہیں ایک ہستی اور وجود دیا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

اس نے تمہیں کس سے پیدا کیا **مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ**۔ ایک نفس سے ایک جان سے یہاں
ایک جان سے مراد ابو البشر انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہی سے آپ کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا

مفہوم حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ **نے** فرمایا میری وصیت مانو اور عورتوں سے بھلائی کرتے رہو کیونکہ عورت کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کے اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر یوں ہی چھوڑ دو تو ٹیڑھی ہی رہے گی لہذا میری وصیت مانو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔ **روایت بخاری**

تو یہاں پر جو بات بتائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ان کی بیوی حوا کو پیدا کیا گیا اور کیوں بیوی انسان پیدا کی گئیں؟تاکہ انسان کی بیوی انسان ہو اگر مرد کی بیوی جن ہوتی اگر عورت خود انسان ہے اس کا شوہر جن ہوتا تو پھر کیا ہوتا اگر عام انسان جن بن جائے تو کیا ہوتا ؟زندگی مشکل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالی نے مردکوانسان بنایا توبیوی بھی انسان ہی دی اس کی وجہ کیا تھی کہ آپس میں مطابقت ٹھیک طرح سے ہو سکے، آپس میں قربت ملے، سکون ملے، محبت ملے، اور اللہ تعالی کی نعمت اس پر مکمل ہویہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے-

سورة الروم آیت 21

أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً

یعنی اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویوں کو پیدا کیا تاکہ ان سے تم سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کیا

تو اب اللہ تعالی اس چیز کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا نوع انسان کی ابتدا ایک فرد سے ہوئی پہلا انسان جو دنیا میں آیا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اسی جان سے جوڑا بنایا اور اسی طرح پھر انسان پھیلتے چلے گئے تلمود میں بھی یہی بات ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب کی تیرھویں پسلی سے پیدا کیا گیا لیکن قرآن مجید اس کی تفصیل پر خاموش ہے لیکن ان کی کتابوں سے بھی یہ بات ہمیں پتہ چلتی ہے اللہ رب العزت اپنی ایک شان، اپنی حکمت، اپنی رحمت، کا ذکر کرتے ہیں اور اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا تم سب ایک باپ کی اولاد ہو تو تمہارے اندر محبت ہونی چاہیئے، ہمدردی ہونی چاہیئے، تمہارے اندر

خیرخواہی کے جذبات ہونے چاہیں تاکہ رشتہ داروں، یتیموں، اور میاں بیوی کے باہمی حقوق دل کی محبتوں سے ادا ہو سکیں

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً یعنی ایک جان سے جب پیدا کیا تو اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے پھر کیا کرو-**وَاتَّقُوا اللَّهَ** اسی اللہ سے ڈرو جس اللہ نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی جس سے انسانیت دنیا میں پھیل گئی اسی اللہ سے ڈرو**وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ** کہ جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو **إِنَّ اللَّـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا** یقین جانو اللہ تم پر نگہبانی کر رہا ہے تو سب سے پہلی بات کہ مرد اور عورت کے درمیان میں جب اللہ کا نام آ جاتا ہے تو وہ آپس میں میاں بیوی بن جاتے ہیں ان کا ایک رشتہ بن جاتا ہے آپ دیکھ لیں کہ صلہ رحمی کی اہمیت بڑھانے کے لئے آدمی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ رحم کے حق کو جوڑ دیا **وَاتَّقُوا اللَّهَ** اللہ سے ڈرو یعنی اللہ کے حقوق ادا کرو اس کے ساتھ ہی فرمایا **الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ** کہ جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے حق مانگتے ہو تو آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو خراب کرنے سے رکو، ڈرو، تو یہاں پر قریبی رشتہ داروں سے بہترین سلوک کرنا، اس کی اہمیت کا پتا چلتا ہے اور ہمیں بہت سی ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا، اس کی بڑی فضیلت ہے اب آپ دیکھ لیجئے کہ رحم میں بچہ ہوتا ہے ، ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اسی کو بچہ دانی کہتے ہیں اور پھر اسی سے جب بچہ باہر آتا ہے تو رحم کے رشتے سے بہت سی قرابت داریاں، رشتہ داریاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اسی کو کہا جاتا ہے کہ صلہ رحمی کرو ، آپس میں حسن سلوک ادا کرو

مفہوم حدیث:

رسول اللہ ﷺ نےصلہ رحمی پر بہت زور دیا آپ ﷺ نے فرمایا رحمان کا لفظ رحم، سے نکلا ہے اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا جو تجھے ملے گا میں اسے ملوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا **روایت بخاری**

مفہوم حدیث

آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو یعنی زیادہ رزق ملے، اور اس کی عمر لمبی ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے **روایت بخاری**

بہت سے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ عمر لمبی ہو دنیا میں زیادہ جئیں اور پھر یہ بھی چاہتے ہیں کہ زیادہ رزق ملے، بڑا گھر، اچھی گاڑی، خوب زیور، خوب کھانے پینے کو، خوب کھیلنے کودنے کو سب چیزیں بہت سی ملیں، تو پھر رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں

مفہوم حدیث:

آپ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا **روایت بخاری و امام مسلم**

مفہوم حدیث:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے اور میں آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ کے مبارک کلمات جو سب سے پہلے میرے کانوں میں پڑے وہ یہ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں! ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو، اللہ کی رضا جوئی کے لیے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کیا کرو، اور ایسے وقت میں نماز کی طرف سبقت کیا کرو جبکہ

عام لوگ نیند کے مزے میں ہوں، یاد رکھو ان امور پر عمل کر کے تم حفاظت اور سلامتی کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے **(روایت مشکواۃ)**

کثرت سے سلام کرنا ! لوگ کہتے ہیں ہم کیوں کریں جب دوسرا نہیں کرتا، وہ تو مجھے پہچانتا ہی نہیں ہے، وہ تو مجھ سے نظریں ملاتا ہی نہیں میں اس کو کیوں سلام کروں، اور میں تو اس کو جانتی نہیں اب جس کو جانتے ہی نہیں ہیں تو ہم پھر سلام بھی نہیں کرتے تو کثرت سے سلام کرنا ۔

پھر **دوسری** بات کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے کھانا کھلانا لوگ کہتے ہیں ہم تو اس لیے کھلائیں گے کہ اس نے کھلایا اس نے نہیں کھلایا تو ہم کیوں کھلائیں اللہ کو راضی کرنے کے لیے کھلانا ہے۔**تیسرا** کہ صلہ رحمی کرنا صلہ رحمی کیا ہے رشتےداروں کے حقوق ادا کرنا ۔

چوتھا ایسے وقت میں نماز میں تیزی کرنا جب دوسرے لوگ مزے سے نیند میں ہوں بڑا مشکل ہوتا ہے نماز کی ادائیگی- لوگوں کو مشکل لگتی ہے کجا یہ کہ جب لوگ نیند کے مزے میں ہوں، تھکن ہے اور اس کو دور کر رہے ہیں تو رسولﷺ**نے** فرمایا بغیرکسی رکاوٹ کے پھر وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر اسی طرح سے صلہ رحمی جسے لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ہم سے اچھا سلوک کرے گا ہم اس سے کریں گے-عام طور پر یہی صلہ رحمی سمجھی جاتی ہے

مفھوم حدیث

رسول ﷺ نے فرمایا بدلے کے طور پر رشتہ ملانے والا رشتہ ملانے والا نہیں

بلکہ رشتہ ملانے والا صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے لوگ رشتہ توڑیں تو وہ اسے ملائے

یعنی لوگ اس کو بلائیں نہیں، اس سے بولیں نہیں، اس کے گھر نہ آئیں، اس کا جو برا وقت ہے اس میں اور خوشیوں کے وقت اس کا ساتھ نہ دیں، لیکن پھر بھی وہ ان کا ساتھ دے

مفہوم حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ میرے کچھ قریبی ہیں میں ان سے رشتہ جوڑتا ہوں، صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، ،رشتہ توڑتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں ان سے حوصلے سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں آپﷺ نے فرمایا اگر ایسی ہی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک اس حال میں قائم رہو گے ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار رہے گا ۔**(روایت امام مسلم)**

اچھا پھر آپ دیکھیں کہ ایسے میں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے آپ حسن سلوک کرتے ہیں وہ آپ سے بد سلوکی کرتے ہیں آپ ان کو عطا کرتے ہیں وہ آپ کو محروم کرتے ہیں آپ اچھے سے معاملہ کرتے ہیں وہ آپ کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہیں تو اس وقت حوصلے ٹوٹنے لگتے ہیں ہم اس وقت تک نیکی پر قائم رہتےہیں جب دوسرا بھی ہمارے ساتھ نیکی کرتا ہے جونہی ہمارے ساتھ اس کا رویہ خراب ہوتا ہے تو شیطان آکر بہلانا پھسلانا شروع کر دیتا ہے کہ ہم کون سے اتنے گرےپڑے ہیں آخر مجھ میں کون سی کمی ہے اس نے اگر پتھر مارا تو اینٹ کیوں نہ ماروں اس نے ایک سنائی ہے تو میں چار کیوں نہ سناؤں، وہ میرے گھر فلاں کے مرنے پر نہیں آیا تو میں بھی کبھی نہیں جاؤں گا بلکہ لوگ نسلوں کو نصیحت کر جاتے ہیں وصیت کر جاتے ہیں اور یہ غلط وصیت ہے کہ ان لوگوں سے ملنا نہیں ، یہ چیزیں پسندیدہ نہیں ہیں اور صلہ رحمی یہاں تک ہے کہ کوئی غیر مسلم بھی ہیں اور رشتے دار ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئیے۔

واقعہ:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جس زمانے میں آپ ﷺ کی قریش سے صلح تھی اس دوران میری ماں میرے پاس آئیں اور انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ کافرہ تھیں میں نے آپﷺ سے پوچھا کہ کیا میں ان سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں آپﷺ نے فرمایا ہاں تحفے تحائف دینا ،کھانا کھلانا، کپڑے دینا، پاس بٹھانا، حسن سلوک کرنا، یہ ساری چیزیں اس میں شامل ہیں۔

مفہوم حدیث

رسول ﷺ نے فرمایا کوئی گناہ بغاوت اور قطع رحمی سے زیادہ اس بات کا اہل نہیں کہ اللہ اسے دنیا میں بھی فوراً سزا دے اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے عذاب بطور ذخیرہ رکھے، رشتے داروں سے جو حسن سلوک نہیں کرتے اس کا گناہ دنیا میں ہی مل جاتا اس کی سزا فوری دنیا میں ملتی ہے آخرت میں بھی اللہ تعالی ذخیرہ کے طور پر رکھتا ہے ۔**(روایت ترمذی)**

مفہوم حدیث:

آپ ﷺنے فرمایا اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اترے گی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ **(روایت مشکواۃ)**

تو یہ ساری احادیث یہ ساری باتیں ہمارے سامنے کیا چیز لے کر آتی ہیں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ تو اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہواورمیاں بیوی کو ہی دیکھ لیں کہ پہلے محرم نہیں تھے نکاح ہوا تو محرم بن گئے اور یہ وہ پہلی آیت ہے جو ہر خطبہ نکاح میں پڑھی جاتی ہے تو اس وقت کیا ہوتا ہے شادی کے جھنجھٹ اور دھندوں میں اور اس کی رسموں میں لوگ اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ وہ لڑکی اور لڑکا جن کا نکاح ہو رہا ہوتا ہے وہ خطبہ نکاح بھی نہیں سنتے اس میں کیا کہا جا رہا ہے؟ اور اللہ کا ڈر اور خوف بتایا جا رہا ہے کہ ڈرنا ہے اور جب انسان اللہ سے ڈرتا ہے تو پھر ایسا نہیں ہوتا کہ مرد عورت پر زیادتی کرے یا عورت مرد پر زیادتی کرے، میاں بیوی کے تعلق سے ہی پھر اولاد پیدا ہوتی ہے، پھر ماں باپ کا رشتہ، اولاد کا رشتہ، پھر کبھی کوئی ممانی بنتا ہے، تو کوئی پھوپھی بنتا ہے، تو کوئی پھوپھا ، تو کوئی خالو، کوئی چچا، آپس میں بہت سی رشتہ داریاں جیسے پھول ہیں تو بہت سے ان کے پتے ہیں اور بہت سی باغ بہار یعنی بہت کچھ پھیل جاتا ہے یعنی اللہ کا نام لے کر جو ایک گھر کی نکتے کی طرح بنیاد بنتی ہے تو معاشرے میں بہت سے گھر ایک معاشرہ بن جاتے ہیں تو آپس میں سب کے حقوق ادا کرو، **إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا** یقین جانو اللہ تم پر نگہبانی کر رہا ہے معاشرے کی بنیاد تقوی ہے میاں بیوی کے لیے حسن سلوک کے لیے اہم چیز تقوی ہے اور فرض ہے کہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ذمہ داری کے فرائض ادا کریں اگر نہیں کریں گے تو مت بھولنا کہ معاشرہ تو ہو سکتا ہے کہ آگے تمہیں آپس میں ایک دوسرے کے حقوق نہ دلوا سکے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپس میں زیادتی بہت ہو رہی ہوتی ہے جب کوئی باہر سے آتا ہے تو مسکراہٹیں تھوڑا دکھاوے کے لیے لینا دینا ہو جاتا ہے تو بعض اوقات میکے والے خوش ہو جاتے ہیں یا سسرال والے خوش ہو جاتے ہیں تھوڑی دیر کے لیے دکھاوا آسان ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں کہ اگر تم نے آپس کے معاملات میں دھاندلی کی ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کی تو پھر اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوگے کیوں؟ اللہ تمہارے معاملات کی نگرانی کر رہا ہے بعض اوقات وہ ایک دفعہ کسی عورت نے کسی دوسری عورت کے شوہر کی بڑی تعریف کی تو اس نے کہا کہ تم کیا تعریف کررہی ہو کہ مردے کا یعنی قبر کیسی ہے مردہ زیادہ جانتا ہے مردے کا کیا حال ہے قبر زیادہ جانتی ہے کہ کون کس کے ساتھ کیسا ہے گھر کے اندر جب انسان جو رہ رہا ہوتا ہے اس کو زیادہ پتہ ہوتا ہے کہ اس کے حالات کیسے ہیں ؟ وہ صبر اور شکر سے گزارتا ہے تو اللہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا لیکن جو بھی آپس میں ایک دوسرے

کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو **رَقِیبًا** جیسے رقیب ہر وقت موجود ہوتا ہے دو لوگوں کے درمیان اللہ کی صفت کہ اللہ موجود ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیا کرتے ہو رات کے اندھیروں میں زیادتی کرتے ہو یا دن کی روشنی میں زیادتی کرتے ہو عورت کمزور ہے اور اس کا نان نفقہ ہے اس کی بنیادی ضروریات ہیں بعض گھروں میں یہ بھی دیکھنےمیں آتا ہے کہ باہر بہت انفاق ہے گھر میں بیوی بچوں کو ان کی بنیادی ضرورتوں سے محروم رکھا جاتا ہے تو اول خویش بعد درویش یعنی شیرینی بانٹنا باہر جا کے تو گھر والے جو بھوکے ہیں پہلے ان کو تو دو یعنی گھر والوں کے حقوق بھی ادا کیے جائیں اور اس کے ساتھ دوسروں کے حقوق بھی ادا کیے جائیں اسی طرح عورتوں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور اس میں ایک اہم بات اور آتی ہے کہ آپس میں عورت اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کی کمزوریاں اور عیب ہیں ان کے لیے جیسے لباس ڈھانک دیتا ہے جسم کے نشیب و فراز ہمارے جسم پر کیا نشان ہے کیسا ہے لباس جسم کے اوپر آتا ہے تو ایک خوبصورتی بن جاتی ہے تو مرد اور عورت کا آپس میں جب رشتہ قائم ہو جائے تو آپس میں ایک دوسرے کو خو بصورت بنائیں، زینت دیں حسن دیں۔

آیت 2:

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا

ترجمہ:

یتیموں کے مال اُن کو واپس دو، اچھے مال کو برے مال سے نہ بدل لو، اور اُن کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

دوسری چیز جس کا یہاں پہ ہمیں ذکر ملتا ہے وہ ہے یتیموں کے حقوق اور
یتیموں کے مال ان کو واپس دو اچھے مال کو برے سے نہ بدلو -عرب کےمعاشرے میں
پہلی چیز جس کا حق ادا نہیں کیا جاتا تھا وہ عورت تھی عورت کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا تھا اس کو ظلم کی چکی میں پیسا جاتا تھا
دوسری جو چیز تھی وہ یتیم تھے ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جاتا تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی کہ یتیم کی پرورش کرنا بہت بڑی نیکی ہے ، یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو یتیموں کے مال ان کو واپس دو اور اچھے مال کو برے سے بدل نہ دو اس سے کیا مراد ہے کہ یتیم یعنی چھوٹے بچے جن کے باپ نہیں ہیں تو کیا کرو جب تک وہ بڑے نہیں ہوتے ان کے مال کی حفاظت کرو ان کے مال کو نہ کھاؤ پیو ، ان کے مال کے نگران بن جاؤ، بعض اوقات لوگ یتیم کے مال کو اپنے مال سے ملا دیتے ہیں مثلا بچہ ہے اس کا باپ مر گیا بچہ یتیم ہو گیا باپ جب مرا ساتھ ہی وراثت میں کچھ زمین اس کے نام لگ گئی اب جو ولی ہے اس یتیم کی کفالت کرنے والا کفیل ۔وہ کیا کرتا ہے اس کی اچھی زمین لے کے جو بری زمین ہے جس میں فصل نہیں ہوتی وہ اس کے نام لگوا دی زمین دو کنال ہے یتیم کے نام لگی ہوئی ہے لیکن جو بری زمین ہے جس میں فصل نہیں ہوتی وہ اس کے نام لگا دی اور اچھی زمین اپنے نام لگا دی اسی طرح جیسے یتیم ہیں ان کے کچھ کپڑے ہیں قیمتی کپڑے ہیں یا ڈیزائن اچھے ہیں وہ خود لے لیے اور دوسرے اتنے ہی جوڑے ان کے پاس رکھ دیے اب معاشرے کو یہی پتا ہے کہ ہاں ان کے کپڑے پڑے ہیں ان کی چیزیں پڑی ہیں لیکن اب ادل بدل کر لیا اس میں تبدیلی پیدا کر لی تو یہاں پر یعنی کسی بھی قسم کا بگاڑ کپڑے کا ہے، فیکٹری کا ہے، زمین کا ہے،

کھانے کا ہے، بینک ہیں ان کے پیسے نفع جمع ہونا چاہیے تو اب جمع ہونے کی بجائے خود ہی کھایا پیا جارہا ہے پتا ہی نہیں چل رہا بہت سی چیزیں قانون کی زبان سے ادانہیں ہوتیں آپس میں حقوق کی ادائیگی ہونی چاہیے ایک بات یاد رکھیں کہ یہ میرا حق ہے یہ تیرا حق ہے میرا تیرا کرنا اور حقوق کو آپس میں یاد کرنا قانون کی زبان سے حقوق ادا نہیں ہوتے جب تک کہ اللہ کا خوف نہ ہو اللہ کا خوف ایسی عجیب نعمت ہے ایسی خوبصورت دولت ہے جس دل کے اندر آجائے پھر حقوق کی ادائیگی بہت آسان ہو جاتی ہے جانوروں میں بھی یتیم ۔اس جانور کو کہتے ہیں جس کی ماں مر جائے۔ کیوں؟ کیونکہ ماں سے بچہ دودھ پیتا ہے جانور کی ماں اس کا خیال کرتی ہے۔

مفھوم حدیث

"بلوغت کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی "(**روایت مشکواۃ)**

حدیث ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے جوان ہو جاتا ہے، کمانے لگتا ہے، اسے اچھے برے کی تمیز آنے لگتی ہے، پھر یتیمی باقی نہیں رہتی، یتیموں کو بہت سے لوگ تحفےدیتے ہیں، عیدی وغیرہ دیتے ہیں، ان کی بہت خدمت کرتے ہیں، تو جو ولی اور وارث ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے تحفوں میں خرد برد نہ کریں اپنے قبضے میں نہ لے لیں اور چھوٹی عمر میں انہوں نے جو ان کی چیزیں سنبھال کر رکھی ہیں جب وہ یتیم بچے تھے جب وہ بڑی عمر کو پہنچیں بالغ ہو جا ئیں تو پھر ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔ **وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ** یتیموں کے مال ان کو واپس کر دو یعنی بڑے ہو گئے ہیں تو ان کا حق ان کو دے دو **وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ** اچھے مال کو برے مال سے نہ بدل لو یعنی حلال کی کمائی کی بجائے حرام خوری نہ کرنے لگو یتیموں کے مال کو اپنے مال سے بدل نہ لوﷺ**وَلَا تَأْكُلُواأَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ** اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ۔**إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا** یہ تو بہت بڑا گناہ ہے اب آپ دیکھئے کہ ایک تو یہ کہ ان کی جو عام مال کی چیزیں ہیں یا تحفے ہیں ، زمین ،جائیداد ہے، اس کو ملا کر کھانا اور دوسری شکل کہ کھانے پینے کی چیزوں کو ملا لیا اور پھر یہ کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کو نقصان پہنچایا جائے تو یہاں پر بھی یہ بات بتائی جارہی ہے کہ یتیم کے کھانے پینے کی چیزوں کو آپس میں نہ ملاؤ ایسا نہ ہو کہ تم ان کے مال کو کھا جاؤ -کہتے ہیں کہ جب ایسی آیات نازل ہونے لگیں کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور آگے بھی ابھی آپ مزید آگے بھی پڑھیں گی کہ جو لوگ یتیم کے مال کو کھاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (4:10)

جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

تو اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یتیم کی جب کفالت کی جارہی ہو تو اس کا جو مال پاس ہے اس کی حفاظت مراد ہو نہ کہ اس کو نقصان پہنچانا ہو کہتے ہیں کہ کھانے پینے کی چیزوں میں مثلا کھانا زیادہ پکایا اب کچھ ہی اس نے کھایا باقی کو ضائع کرنا مقصد تھا وہ ضائع ہو گیا تو احتیاط کرنی چاہیے کہ کتنا کھانا پکانا ہے۔ جب ایسی آیتیں نازل ہوئیں تو صحابہ نے ان کا کھانا پینا ان کی ہنڈیا تک الگ کر دی پھر فرمایا کہ تم اکٹھا پکا سکتے ہو اکٹھا کھایا جا سکتا ہے لیکن مقصد یہ نہ ہو کہ ان کے مال کو اڑا دینا ہے -ان کے مال کو ختم کر دینا ہے اللہ تعالی نے یہاں پر یہ بات بتائی کہ یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ اگر تم نے ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا لیے تو پھر تم نے بہت بڑا گناہ کیا ویسے توساتھ ملا کر پکایا جا سکتا ہے ، لیکن مقصد یہ نہ ہو کہ نقصان پہچانا ہو یا ان کے مال کو ضائع کرنا مراد ہو - اب ایک گھر میں یتیم بھی ہیں گھر والے بھی ہیں دو ہنڈیا پکانا مشکل بھی ہے، ہر چیز کا الگ سے کھانا پینے کا حساب مشکل ہے تو اکٹھا کھایا پیا جا سکتا ہے اس میں کوئی

ایسی بڑی بات نہیں ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ گھر میں اگر 8 لوگ ہیں تو ایک یتیم پل رہا ہے اور اس کا تو ایک ہی مال کا حصہ آئے گا باقی 8 تو اپنے ہی ہونے چاہیے ایسا نہ ہو کہ نواں حصہ اس یتیم کا ہو جائے زیادہ اور اس کے مال میں سے لے لیا جائے پھر دوسری بات کہ خاص طور پر اس کے مال کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے کیونکہ جب مال ساتھ مل جاتا ہے تو لوگ اس میں زیادتی کر جاتے ہیں اور ہمارے مسلم معاشرےمیں یہ بات بہت سننے میں آتی ہے کہ یتیم ہے تو فوراً ہی چچا نے فیکٹری پر قبضہ کر لیا فوراً ہی جو دوست تھے ان یتیموں کوالگ کر دیا، گھر سے نکال دیا، جب تک مال تھا ساتھ رکھا مال ختم ہوا تو دھکے دے کے گھر سے باہر نکال دیا اور آپ کو یہ بات پتہ ہے کہ قرآن میں ہے کہ **وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا** (تم میراث کا مال کھانا چاہتے ہو) **يَدُعُّ الْيَتِيمَ** (وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے)

یتیم کو دھکے دینا، میراث کا مال کھا جانا یہ چیزیں دنیا کی محبت، آخرت پر ایمان نہ ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔

مفھوم حدیث

آپ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کرنے کے دوران فرمایا کہ میں نے چند لوگوں کو دیکھا کہ جن کے لب (ہونٹ)اونٹوں جیسے تھے اور ایک فرشتہ ان کے ہونٹ کھول کر منہ میں آگ کے انگارے ڈالتا تو ان کے نیچے سے نکل جاتے اور وہ درد کے مارے چیختے چلاتے پھر فرشتہ اور انگارے ان کے منہ میں ڈالتا۔ انہیں مسلسل یہ عذاب ہو رہا تھا میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔

مفھوم حدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موبقات سے بچو۔ سات چیزیں جو موبقات(تباہ کرنے والی) ہیں ان میں سے ایک یتیم کا مال کھانا ہے یتیم کا مال کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

مفہوم حدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کا سرپرست جنت میں اس طرح ہوں گے پھرآپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ذرا کھول کر اشارہ کیا کہ اکٹھے ہوں گے جیسے بالکل ساتھ ساتھ ہوں گے۔ **(روایت بخاری)**

مفہوم حدیث

ایک شخص نے آ کرآپ ﷺ سے یہ شکایت کی تھی کہ میرا دل بڑا سخت ہے مجھے اس کا علاج بتائیں تو آپ ﷺ **نے** فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر ہاتھ پھیرنے سے مراد ایسے ہی پیار کرنا نہیں ہے کہ انگلیاں پھیر دینا ہاتھ پھیرنے سے مراد عید کے دن اپنی خوشیوں کے موقع پر ان کو یاد کرنا ہمارے خاندان اور معاشرے اور ہمسائیوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں اس موقع پر ان کو یاد کرنا اور جیسے جب آپ کے بچوں کا نتیجہ آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ باپ آئے تو بچوں کو گود میں لے پیار کرے، کوئی اور اچھی خبر آتی ہے کوئی غم کا موقع آتا ہے تو ماں باپ بچوں کو گود میں لیتے ہیں پیار کرتے ہیں، دل بہلاتے ہیں، آنسو پونچھتے ہیں ،تو ایسے موقعوں میں ضرور ان گھروں پر بھی توجہ کرنی چاہیے کہ جن کے گھروں میں باپ نہیں ہے جو ان کو پیار کرے گا یا ان کی ماں نہیں ہے جو ان کو گود میں لے گی **إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا** کہ اگر ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

آیت 3:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا

ترجمہ :
اور اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین ثواب ہے۔

یتیموں کے حقوق کا ذکر ہو رہا ہے اور یہاں پر **الْيَتَامَىٰ** سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یتیم بچیوں کے جو ولی ہیں انہیں یہ ڈر ہو کہ وہ یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کر کے ان سے انصاف نہیں کر سکیں گے یا ان کو مہر کم دیں گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے تو پھر ان کو کیا کرنا چاہیے کہ ان کے علاوہ دوسری غیررشتہ دار لڑکیوں سے شادی کریں دنیا میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے ایک نہیں چار تک بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔

مفہوم حدیث :
امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک آدمی کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی ولایت یعنی ولی ہونا، نگران، نگہبان، جس کے پاس کھجور کا ایک باغ تھا یتیم لڑکی کا کھجور کا ایک باغ تھا اس باغ کی لالچ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ولی نے یتیم لڑکی سے شادی کر لی ، نہ اس کے پاس جاتا تھا اور نہ اسے چھوڑتا تھا اس نے سوچا کہ اگر اس کی شادی کہیں باہر کر دی تو باغ تو اس لڑکی کے ساتھ ہی چلا جائے گا کیونکہ لڑکی اس باغ کی وارث تھی خود شادی کر لی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **(روایت امام بخاری)**

مفھوم حدیث
ایسی یتیم لڑکی جو اپنے ولی کے پاس پلتی ہے اور اس کے مال میں شریک ہوتی ہے اور خوبصورت بھی ہے اس کا ولی اس سے شادی کر لینا چاہتا ہے لیکن مہر نہیں دیتا ایسے آدمی کو حکم دیا گیا کہ یا تو مناسب مہر دے کر شادی کرے یا پھر کسی اور دوسری لڑکی سے شادی کرے ، کیونکہ گھر کے اندر لڑکی ہے خوبصورت بھی ہے یتیم بھی کیونکہ یہ مہر کا مقرر کرنا اور لڑکی کے ساتھ اس کا رشتہ ڈھونڈنا ماں باپ کرتے ہیں تو جب اس کے سر پر کوئی ہے نہیں تو کہتا ہے کہ چلو میں خود ہی کر لیتا ہوں پر مہر اس کو اتنا نہیں دیتا جتنا دیا جانا چاہیے یعنی اگر اسکی کہیں اور شادی ہوتی تو اس کا ایک مہرمعاشرےمیں جو معروف ہے جو اس آدمی کی حیثیت ہے اس کے مطابق ہوتا وہ نہیں دیتا تو پھر منع کر دیا کہ تم اس لڑکی سے نکاح نہ کرو کسی کے ساتھ یہ زیادتی ہے کہ تم اس کا صحیح مہر ادا نہ کرو۔**(روایت بخاری،مسلم،ابوداؤد و نسائی)**

مفہوم حدیث
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہےکہ اس آیت میں مراد ایسی یتیم بچی ہے جو اپنے ولی کے پاس پلتی ہے اور اس کے مال میں شریک ہوتی ہے لیکن اس کا ولی اس سے شادی کرنا نہیں چاہتا اور نہ یہ پسند کرتا کہ اس کی شادی کسی اور سے کر دے اس ڈر سے کہ اس کا شوہر مال میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ **(روایت بخاری)**

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسے فعل سے منع کیا ہے یعنی یتیم لڑکی، جو لوگ اس کے ولی ہیں تو ایسا نہ ہو کہ ان کے مال، ان کے حسن جمال، کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادتیاں کریں، خود نکاح کر لیں، ان کے حقوق ادانہ کریں، ان کو صحیح سے مہر نہ دیں ،تو اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ تم پھر ان سے نکاح کرو ہی نہیں اور اگر تم یتیموں کے ساتھ نا انصافی کرنے سےڈرتے ہو تو پھر ان سے نکاح نہ کرو، پھر کیا کرو تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اچھا یہ اس آیت پر عورتیں بہت ناراض ہوتی ہیں، بہت پریشان ہوتی ہیں، ان کو ایسا لگتا ہے کہ ہمارے حقوق میں کچھ کمی کر دی گئی ہے تو یاد رکھیں کہ رب اور جو ہم سے ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ عورت کے حقوق میں کمی کرے یا اس کے ساتھ زیادتی کرے پھر آپ یہ بات بھی دیکھیں کہ زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت جودی گئی ہے تو اس کے پیچھے کیا حکمت ہے اللہ تو حکیم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے فقہائے امت اکا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعداد ازواج کو محدود کیا گیا ہے عورتوں سے شادی کرنے کو محدود کیا گیا ہے کیوں؟ اصل بات یہ تھی کہ اس زمانے میں جو معاشرہ تھا اس میں لوگوں کی بہت سی بیویاں ہوتی تھیں اس معاشرہ میں عام رواج تھا کہ میں آپ کے سامنے اس کی چند ایک مثالیں دیتی ہوں کیوں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی پسند کی دوسری عورتوں سے شادی کرلیں اور انہیں چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے ان سے وہ شادی کرسکتے ہیں چار سے زیادہ بیویاں نہیں ہونی چاہیے اس سے منع کر دیا گیا۔

واقعہ 1

علمائےامت نے چار سے زیادہ کی حرمت پر غیلان ثقفی واقعہ سے بھی استدلال کیا اور دو دو ،تین تین، چار چار ، چار تک سے نکاح کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ غیلان ثقفی جن کے پاس دس بیویاں تھیں آپ سوچیں دس بیویاں جب اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ **فرمایا** کہ تم چار سے زیادہ کو طلاق دے دو۔

واقعہ 2

دوسرا واقعہ حضرت نوفل بن معاویہ کا ہے جن کے پاس اسلام لانے کے وقت پانچ بیویاں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو۔

واقعہ 3

تیسرا واقعہ حضرت قیس بن حارث اسعدی کا ہے جن کے پاس آٹھ بیویاں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا چار کو رکھ لو اور باقی کو چھوڑ دو ۔**(روایت ابن ماجہ)**

واقعہ4

چوتھا واقعہ حضرت امیر اسعدی کا ہے جن کے پاس بھی آٹھ بیویاں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان میں سے چار کو چن لو ۔**(روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ)**

یہ آیت بتاتی ہے کہ تعداد ازواج پہلے زیادہ تھی اس کو محدود کردیا گیا یعنی ایک مرد کتنی عورتیں رکھ سکتا ہے؟اس کی تعداد چار ہے ، دوسری اہم بات جب اللہ تعالیٰ نے ایک بات فرما دی تو ہم میں سے کسی کی یہ جرآت نہیں ہو سکتی کہ ہم میں سے کوئی یہ خیال کرے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ ایک مسلمان کایہ شیوہ نہیں ہو سکتا ، کہے کیوں - اللہ تعالیٰ کی ہر بات میں ایک حکمت ہے اور پھر آپ دیکھیں کہ وہ معاشرہ جس میں عورتوں کی کوئی تعداد ہی نہیں تھی اور وہ بہت سی عورتیں رکھتے تھے حقوق ادا نہیں کرتےتھے، عورتوں کے ساتھ زیادتی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وہاں پر عورتوں کی تعداد کو محدود کر دیا ہمارے ہاں انڈیا یا پاکستان میں اگر مرد دوسری بیوی کر لیتا ہے تو لوگ ناراض ہو جاتے ہیں بعض عورتیں طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں لیکن اگر آپ سعودی عرب

یاعرب کے دوسرے علاقوں میں چلے جائیں تو وہاں پر عام معاملہ ہے یعنی اس میں برا نہیں سمجھا جاتا اس میں لڑائی جھگڑا پریشانی نہیں ہوتی یعنی یہاں پر ایک بات اور بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ چار تک کی اجازت تو ہے لیکن اس کی ایک شرط بھی ہے اور وہ کیا ہے۔**فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً** اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم ان بیویوں کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو،**أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** ۚ

یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضے میں آئی ہوئی ہیں یعنی لونڈیاں۔**ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا** یہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قرین ثواب بات ہے ، چار تک بیویاں تو رکھی جا سکتی ہیں لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انصاف کی شرط لگا دی یعنی اس اجازت کو عدل کے ساتھ کی شرط لگا دی جو شخص عدل کی شرط کو پوری نہیں کرتا تواس کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر فائدہ اٹھاتا ہے تو اللہ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے حکومت اسلامی کی عدالتوں کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ جس بیوی یا جن بیویوں کے ساتھ عدل و انصاف نہ کیا جا رہا ہو تو وہ پھر ان کی مدد کریں اب وہ لوگ جو کہ اجازت ہونے پر ناراض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں ایسا ہے اور بعض بیچاری عورتیں تو یہ بھی کہتی ہیں کہ یہ تو بڑی ناانصافی ہے کہ مرد تو چار چار شادیاں کرے اور عورت ایک ہی شادی، پھر جلوس نکالنا اور ایسی باتیں کرنا تو اس میں بھی آپ سوچیں کہ بیک وقت کم از کم چار مردوں سے عورت شادی نہیں کر سکتی ایک سے نبھا نہیں ہو پاتا ایک مرد کے حقوق ادا کر لیے جائیں تو یہ بڑی بات ہے اور مرد اس کا کیا حال ہوتا ہے کہ اس کی جو جائز ضرورت ہوتی ہےبعض اوقات عورت ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس کی جائز ضرورت کو پورا نہیں کر پاتی جیسے حیض ہے، پھر یہ کہ مرد اگر وہ بیوی سے تعلق قائم کرتا ہے لیکن اس کے بعد اولاد کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے حمل ہے تو عورت پورے نو ماہ تک اس کا کیا حال ہوتا ہے تو اس میں وہ اپنے شوہر کی بعض اوقات جائز ضرورت کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہتی یا اس کے اندر اتنی ہمت نہیں ہوتی اور مرد صبر نہیں کر سکتا اب اس مرد کے پاس کیا صورت ہے کہ وہ غلط چور دروازے اختیار کرے غلط جگہوں پہ جائے یا پھر یہ کہ وہ صبر کرے یا پھر اس کی دوسری بیوی ہو تو وہ اس کے پاس چلا جائے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسے چور دروازے بند کر دیے جائیں جس سے لوگ غلط راہوں پہ چلیں اور وہ اجازت دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد ایک بیوی پر صبر نہیں کر سکتا تو اگر وہ عدل کر سکتا ہے تو دو، دو، تین، چار تک بیویاں کر سکتا ہے آپ اپنے معاشرےمیں اپنے خاندان میں یا اپنے ملک میں نظر ڈالیں تو بعض لوگوں کے پاس ہوتی ایک بیوی ہے لیکن غیر قانونی طور پر اس کا بہت سی عورتوں سے تعلق ہوتا ہے یعنی جس کو زنا یا عریانی یا فحاشی یا بہت سے باتیں ، راتیں کہیں گزارنا یا امریکہ میں میرے درس میں کوئی عورت آتی تھی اور بیچاری بہت پریشان تھی کہ میں والدین کی ایک ہی بیٹی ہوں اور میرے پانچ بچے ہیں اور میں بہت اچھے خاندان سے ہوں میرا جب رشتہ ہوا تو یہ نہیں پتہ تھا کہ میرا شوہر دوسری عورتوں سے تعلق قائم کرتا ہے جب مجھے کسی نے شروع میں آ کر کہا تو میں نے کہا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا پھر کہنے لگی کیونکہ وہ نائٹ کلب میں جاتا تھا اور جو کوئی دوسرا شخص تھا اس نےباقاعدگی سے اس کی تصاویر بنا کر جب مجھےبھیجیں تو مجھے یقین نہیں آیا کہ واقعی یہ میرا شوہر ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ لوگ حلال کو حرام کر کے کھائیں اللہ تعالیٰ وقت حالات ضرورت کے مطابق لوگوں کے لیے آسانی پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر ایک بیوی سے ضرورت پوری نہیں ہوتی تو وہ دو دو، تین تین ،چار چار ،بھی کر سکتے ہیں لیکن اصل بات کیا ہے کہ پھر عدل کرنا اور عدل و انصاف سے کیا مراد ہے عدل اور انصاف میں ایک تو یہ چیز آتی ہے کہ جیسے نان نفقہ کی ذمہ داری نان نفقہ سے مراد کیا ہے کھانا پینا ،جو اس کی ضروریات زندگی ہیں اور گھر، اس میں

کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے پھر دوسری چیز وہ شب بسری یعنی رات گزارنا اس میں باری مقرر کرنی چاہیے، کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ **اپنی** بیویوں میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور اتنی محبت کرتے تھے کہ پیار سے ان کو عائش کہتے تھے، گلاس میں جس جگہ وہ منہ لگا کر پانی پیتی تھیں اس جگہ ہونٹ لگا کر پانی پیتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ اے اللہ میں بیویوں سے حقوق میں برابری کرتا ہوں لیکن یہ دل عائشہ کو زیادہ چاہتا ہے اس میں میری پکڑ نہ کرنا ،بہت پیار کرتے تھے آپ ﷺ نے ان ساری باتوں کے باوجود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوجوان تھیں، کنواری تھیں ذہین تھیں خوبصورت تھیں اور پھر بھی آپ ﷺ یہ فرماتے کہ یا اللہ جن باتوں میں مجھے اختیار ہے ان میں میں سب بیویوں سے یکساں سلوک کرتا ہوں جو باتیں میری اختیار میں نہیں اسے مجھے معاف کر دینا یعنی دل عائشہ سے محبت زیادہ کرتا ہے اس میں میری پکڑ نہ کرنا تو اب ان مردوں کو جو ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں ان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایک طرف نہ جھک جائیں جیسے قرآن میں اسی سورۃ کی آیت 129 میں ہے

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہوسکتے لہٰذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اِس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو یعنی ایسے نہیں کرنا چاہئے مثلاً ایک بیوی جوان ہے دوسری بوڑھی ہے، ایک خوبصورت ہے دوسری بدصورت ہے، ایک کنواری ہے اور دوسری شوہر دیدہ ہے، ایک کا مزاج بہت اچھا ہے دوسری بڑی تلخ مزاج ہے ،ایک ذہین ہے دوسری جاہل ہے، تو اب بیوی کے اندر خود اس کا اپنا کوئی قصور نہیں ہوتا کہ اس کے اندر اچھی صفات نہیں ہیں یا وہ خوبصورت نہیں ہے اپنا تو اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے تو اب ایسا نہ ہو کہ خاوند دوسری کی طرف زیادہ متوجہ ہو جائے اور ایک جو کہ خوبصورت نہیں ہے اور کنواری نہیں ہے زیادہ جوان نہیں ہے تو اس کی طرف وہ توجہ ہی نہ دے تو یہاں پر اس قسم کی ناانصافی کا ذکر کیا جا رہا ہے فطری سی بات ہے کہ جو خوبصورت ہے، جوان ہے، اور جس کا اخلاق اچھا ہے یا معاملات اچھے ہیں تو انسان اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتاہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیاکہ ناانصافی نہیں کرنی **فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً** اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ اجازت سے فائدہ تو اٹھایا جائے میٹھا میٹھا یاد رہے کہ چار تک بیویوں سے شادی کی جاسکتی ہے لیکن آگے پھر بھول جائے کہ عدل نہ کرے تو عدل کرنا بہت ضروری ہے، کچھ چیزوں پر انسان کا اختیار ہی نہیں ہے تو اس پر انشاءاللہ' اللہ پکڑ نہیں کرے گا لیکن جس پر انسان کا اختیار ہے جیسے ضروریات کا خیال رکھنا، پیسے دینا، اور رات گزارنا، اس میں رسول اللہ ﷺ نے بھی باری مقرر کر رکھی تھی لیکن اگر فطری سی بات ہے کسی کا اخلاق اچھا ہے یا وہ جوان ہے اور دل لگتا ہے دل کا لگنا دل کا چاہنا اور چیز ہے لیکن حقوق کے اندر ڈنڈی نہیں مارنی اس میں کمی بیشی نہیں کرنی تو انھی چیزوں کی طرف یہاں پر متوجہ کیا گیا ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں جیسے بحرین میں ایک مرد کی دو بیو یاں تھیں تو جب چھوٹی ناراض ہوتی تھی تووہ ہمارے پاس آ جاتی تھی جب بڑی ناراض ہوتی تو وہ بھی ہمارے پاس آ جاتی تھی دونوں کلاس میں آتی تھیں تو دونوں کو کوشش کرتے تھے سمجھانے کی تو بڑی بیوی جب بہت سی باتیں کرتی تھی ان میں

سے ایک بات وہ یہ کہتی تھی کہ مجھے ایک بات کا جواب دو اس نے میری اجازت کے بغیر شادی کی تو کی کیوں۔ مجھ سے اجازت کیوں نہیں لی تو عورتوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے اللہ تعالی نےمردوں کو پابند نہیں کیا کہ وہ عورتوں سے اجازت لے کر شادی کریں ، قرآن اور حدیث پابند نہیں کرتے یہ مرد کا حق ہے مگر عدل پر ان کو پابند کیا ہے پہلی بیوی سے اجازت مشروط نہیں ہے اگر پہلی بیوی سے اجازت مشروط ہوتی تو پھر تو کبھی بھی کوئی مرد دوسری شادی نہ کرتا یہ بڑا مشکل ہے کہ عورت خود اپنے ہاتھوں سوکن کی اجازت دے دے بڑا مشکل ہے فطری سی بات ہے تو دوئی کوئی نہیں پسند کرتا، اس سسلے میں آپ یہ بات یاد رکھیں کہ پھر کہاں سے یہ بات آگئی اصل میں صدر ایوب کے دور میں پاکستان میں مسلم عائلی قوانین کا آرڈیننس پاس ہوا تھا 1961 میں اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر مرد شادی شدہ ہو اور دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو سب سے پہلے اپنی پہلی بیوی سے دوسری شادی کی رضا مندی اور اجازت تحریری طور پرحاصل کرے پھر ثالثی کونسل سے اجازت نامہ حاصل کرے اگرثالثی کونسل بھی اجازت دے دے تب ہی وہ دوسری شادی کر سکتا ہے تو اب آپ دیکھ لیں کہ اگر کوئی حکومت ایسا قانون پاس کر دے جو کہ قرآن و حدیث سے ہٹ کر ہو تو اس کو پذیرائی نہیں دی جا سکتی اس کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا کیوں؟ یعنی قطع نظر اس سے کہ ہمیں وہ چیز اچھی لگ رہی ہے یا نہیں لگ رہی ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالنا یہ حقیقت میں بہت یہاں بیٹھ کر اس آیت کی آیات اوراحادیث سے تفسیر بیان کرنا یہ ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے اور اللہ کے قانون کو اللہ کا قانون سمجھ کرقبول کرنا یہ مسلمان کے ایمان کا تفاضا ہے لیکن یہ ہے بہت بڑی آزمائش، آپ دیکھ لیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان میں بھی بعض اوقات سوکن پن آ جاتا تھا اور ہمیں ایسی باتیں ملتی ہیں

واقعہ:

آپ ایک دفعہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کیا دیکھا کہ بہت سے کمرے بنے ہوئے ہیں اعتکاف کے لئے، ایک بیوی نے آکر اعتکاف پر ٹھرنا چاہا دوسریوں نے بھی آکر جگہ بنالی آپ ﷺ نے فرمایا سب اٹھا دو ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے

تو اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک دفعہ کہا تھا کہ اس کا کیا یہ عیب کم ہے کہ وہ قد کی ٹھگنی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ تو نے ایسی بات زبان سے نکال لی ہے کہ اگر سمندر میں بھی وہ ڈال دی جائے تو سمندر اس کے اثر سے کڑوا ہو جائے یعنی ایک بات یہ ہے اگر کوئی مرد دوسری شادی کرے تو لڑائی جھگڑا کرنا عورت کا روٹھ کر آ جانا یا طلاق کا مطالبہ کرنا یہ اچھی بات نہیں ہے لیکن یہ کہ مرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اچھے طریقے سے اس نازک سے معاملےکو اٹھائے خاندان میں کچھ لوگ ہوں جو اسے حل کریں ، فطری سی بات ہے کہ عورت اس کو جب پہلے یہ پتا ہوتا ہےکہ یہ کل کی کل چیز میری ہے اور جب اس کو یہ پتا چلے کہ کوئی اور بھی شرکت کرے گا اور کوئی اس میں شریک ہو گا تو بہت مشکل ہو جاتا ہے اس کے لیے آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ہمیں آزمائشوں سے پناہ مانگنی چاہیے اگر آ جائیں تو پھر یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے میں اس کو پسند کرتی ہوں بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ جس میں تیری خوشی نہیں اس میں میری خوشی نہیں اگر اللہ تعالیٰ تیری رضا اس میں ہے تو تو مجھ میں اگر یہ آزمائش ڈال دی ہے تو مجھ میں یہ ایمان دے دے ''قوت دے 'طاقت دے کہ اب میں آزمائش کو اچھے طریقے سے پورا کر سکوں اسے برداشت کرنے کی قوت بھی دے، اور مرد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عدل کرے آپس میں انصاف کرے اور معاشرے کے اندر بھی ہم لوگوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جہاں پر ہم ایسے حالات یا معاملات دیکھیں کہ ایک دو بیویاں

ہیں تین بیویاں ہیں تو لگائی بجھائی کا کام کرنا اور ایسی باتیں کرنا کہ شوہر فلاں کو زیادہ چاہتا ہے اس کو تو اتنا دیتا ہے تمہارے بچوں کو نہیں دیتا اس کی بجائے آپس میں دونوں کو خوش رکھنے کی اور اس کو تسلی اور حوصلہ دینا چاہیےاور اگر شوہر زیادتی کرتا ہے کمی بیشی کرتا ہے تو پھر اللہ کے ہاں اس کی پکڑ ہے کسی بھی عورت کے ساتھ اگر کوئی دنیا میں زیادتی ہوتی ہے یعنی اس وجہ سے یا ویسے بھی اور وہ دنیا کی زندگی میں صبر اور شکر کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو اس کااجر عطا کریں گے اور اتنااجر ہے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا مرد کو جو اللہ تعالی نے چار تک بیویاں رکھنے کی یا شادی کرنے کی اجازت دی ہے تو آپ اس بات کو یاد رکھیں- مغربی معاشرےمیں ایک بیوی ہے مگر girlfriend کا کوئی حساب نہیں ہےاور یہاں کی عورت بھی برداشت نہیں کرتی کہ اپنے مرد کو یعنی اپنے شوہر کو دوسری کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا جائے اس پر مسلسل یہاں کی عورت بھی نظر رکھتی ہے کہ میرا شوہر فلاں کے ساتھ فلاں وقت میں تھا ، حتیٰ کہ پچاس ساٹھ کے بھی ہو جاتے ہیں ان کے گرل فرینڈ بوائے فرینڈ کا کوئی اختتام نہیں ہوتا تو ایک طرف تو یہ حال ہے کہ کہنے کو ایک بیوی ہے لکھی پڑھی معاہدےکے تحت لکھت پڑھت میں یعنی نکاح میں ہے دوسرا یہ کہ اللہ تعالی نے اس کی حد بندی کر دی کہ چار تک کر سکتے ہو بعض لوگ نکاح کے وقت معاہدہ کروا لیتے ہیں کہ مرد دوسری شادی نہیں کرے گا یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے یہ تو ہمارے اندر جرآت نہیں ہو سکتی کہ ہم ایسا کریں، یہ تو قسمت ہے کہ کوئی خاندان یا کوئی لڑکی کس طرح سے آزمائی جاتی ہے اور جن سے بعض وقت اللہ پیار کرتا ہے ان کو آزمائشوں میں بھی ڈالتا ہے اور ان کو اور زیادہ اپنے قریب کرنا چاہتا ہے تو اس پہ پریشان ہونا دل چھوٹا کرنا یا اپنی قسمت کو کوسنا یا پھر مایوسی کا شکار ہو جانا کہ شاید میں خوبصورت نہیں ہوں شاید میں عقلمند نہیں ہوں، ایسی کوئی بات نہیں ہوتی بعض وقت کوئی کمی نہیں ہوتی حسن بھی ہوتا ہے، دولت بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس بیوی سے اولاد بھی دی ہوتی ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرد دوسری اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو پھر اس میں خاموش ہوکے اللہ کا فیصلہ سمجھ کے اس کو قبول کر لینا چاہیے یہ بہت اہم بات ہے فحاشی اور بے حیائی سے بچنے کے لیئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح اجازت دیتے تاکہ معاشرے کے اندر برائیوں کےبُرے دروازے، زنا کے اڈے نہ کھلتے، کوٹھے نہ ہوتے، اور عورتیں نہ بیٹھی ہوتیں اور مرد وہاں پہ نہ جاتے تو یہ ساری چیزیں کیا ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر اس آیت کے ترجمے کو پھر سن لیں

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ اور اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضے میں آئی ہیں تو چار تک بیویوں کی اجازت اور عدل کی شرط کے بعد ایک اور بات کہی اور وہ کیاہے کہ **أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم** ۚ کہ جو عورتیں تمہارے قبضے میں آجائیں اس سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں اور حکومت کی طرف سے لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد خاندانی بیوی کا تم بوجھ برداشت نہ کر سکو تو پھر لونڈی سے نکاح کر لو جیسا کہ آگے رکوع رکوع4میں سورۃ النساء میں آپ تفصیلات پڑھیں گی پانچواں پارہ جہاں سے شروع ہوتا ہے **وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** مزید تفصیل انشاء اللہ وہاں پہ دیکھیں گے تو یہاں پر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کی تمہیں ضرورت ہو اور آزاد خاندانی بیویوں کے درمیان عدل تمہارے لیے مشکل ہو تو پھر لونڈیوں کی طرف رجوع کرو کیونکہ ان کی وجہ سے تم پر ذمہ داریوں کا بوجھ نسبتاً کم پڑے گا یہاں پر یہ کیوں کہا کہ **أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** ۚ کیونکہ جو لونڈی ہوتی

ہے اس کا مہر بھی کم ہوتا ہے ایک آزاد خاندانی عورت کی نسبت اس کا خرچ اس کا نان نفقہ کی ذمہ داری بھی کم ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لیے یہ بھی ایک سہولت رکھی کہ اگر وہ آزاد خاندانی عورتوں کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتے تو پھر یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی ضرورت کو جائز طریقے سے پورا کریں **ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا** بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ بات زیادہ قرینِ صواب ہے یہ بات زیادہ انصاف کے قریب ہےکہ تم یا تو لونڈیوں سے نکاح کر لویا پھر اگر ایک سے زیادہ یعنی چار تک نکاح کرتے ہو تو پھر عدل سے کام لو رسول اللہ ﷺ کی جو ایک سے زیادہ شادیاں ہوئی ہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں اور آپ ﷺ کے کیا حالات تھے انشاءاللہ وہ اجازت بھی آپ ﷺ کے لیے خاص تھی آپﷺ کے حالات بھی مختلف تھے آپ ﷺ پیغمبر تھے آپ ﷺ کے لیے کچھ خاص رخصتیں تھیں انشا ءاللہ وہ بعد میں تفصیل سے ہم دیکھیں گے یہاں پر جو بات ہے وہ کیا ہے کہ عدل کرنا، انصاف کرنا یہ تمام مردوں کی ذمہ داری ہے یہاں پر جو **تَعُولُوا** کا لفظ ہے اس کے معنی کہ ناجائز طور پر ظلم نہ کیا جائے مرد ایک بیوی کے زیادہ قریب ہو اور دوسری کو پوچھے ہی نہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض مرد صحیح سے وہ ماحول پیدا نہیں کرتے اور پہلی بیوی کو اعتماد میں نہیں لیتے اور ہماری معاشرے میں علم کی کمی تو ہے آناً فاناً چھپ کر شادی کرنا ، پہلی بیوی کو اعتماد میں نہ لینا جیسے ایک یہ سچا واقعہ ہے

کہ ایک مرد نے یہ لاہور کا واقعہ ہے کہ اس نے دوسری شادی کی تو گھر والوں کو نہیں بتایا کسی کو بھی نہیں بتایا تو اس کا کاروبار ایسا تھا کہ باہر جاتا تھا لیکن وہ دوسری بیوی کے پاس جا کرقیام کرتا پھر دوسری بیوی سے اس کو بیٹا ہوا اب وہ چاہتا تھا وقت حالات ایسے آرہے تھے کہ پتا چلنا چاہیےتو اپنی پہلی بیوی سے کہنے لگا کہ تم تیار ہو جاؤ میں تجھے اپنے دوست کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو اس سے ملوانے لے جاناچاہتا ہوں پھر اس کوایک بڑے خوبصورت گھر اور وہاں پر عورت اور بچہ تھا اس بیوی کو وہاں چھوڑ دیا اور اس بیوی کو کچھ نہیں بتایاجب وہ اندر گئ تو کہنے لگی کہ بیٹا جس کے لیے وہ تحفہ وغیرہ بیچاری لے کر گئی تھی وہ بچے کو ملتی ہے دیکھتی ہے پھر پوچھتی ہے تمہارا شوہر کہاں ہے وہ کہاں رہتا ہےاس کی دوسری بیوی نے بتایا کہ وہی تو میرا شوہر ہے جو کہ تمہارا شوہر ہے کہتے ہیں کہ وہ عورت وہیں پر گر گئی بےہوش ہو گئی تو یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے یہ بھی ظلم ہے زیادتی ہے اتنا بڑا کسی کے ساتھ مذاق کرنا یہ تو کسی کی زندگی کے ساتھ بھی مذاق ہو سکتا ہے تو اس کو ذہنی طور پر تیار کرنا چاہیے،نازک ہے اس کی ننھی جان ہے اور یہ اتنی بڑی آزمائش کہ ایک دم وہ اس کو برداشت کرنے کے لیے ہمت کہاں سے لائے تو اس کو ذہنی طور پر تیار کرنا بھی ضروری ہے کہ محبت کے ساتھ تیار کرنا ، کچھ ایسے لوگ جو مل کر ذہنی طور پر تیار کریں اور اللہ تعالیٰ پھر یہ فرما رہے ہیں **ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا** کہ یہ چیز اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہیں کروگے تو جو بار بار یہ بات کہی جا رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں اپنے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ تم عدل نہیں کرسکتے پھر ایک بیوی کافی ہے یعنی عدل ضروری ہے کہ سب کے حقوق ادا کیے جائیں حسن سلوک کیا جائے اور اگر تم حسن سلوک نہیں کر سکتے پھر ایک پر صبر کرو۔

آیت4:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا

ترجمہ:

اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اُسے تم مزے سے کھا سکتے ہو

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً اورعورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کیا کرو یہاں پر اس چیز کی طرف متوجہ کیاجا رہا ہے کہ عورتوں کے جو مہر ہیں ان کو اچھے طریقے سے ادا کیا جانا چاہیے کیونکہ یتیم لڑکیوں کی بات ان کے مہر کی بات اور عام عورتوں کے حق مہر کی بھی تا کید کر دی کہ عورتوں کے حق مہر انہیں پورے دل کی خوشی کے ساتھ دینے چاہئیں اور ایسے نہ ہو کہ ناراضگی کے ساتھ حق مہر دیے جائیں بعض اوقات جب لوگ شادی کرتے ہیں تو بہت سی رسموں پر بہت سی رقم فضول خرچ کرتے ہیں یعنی اسراف کرتے ہیں لیکن جہاں پر مہر کی بات آتی ہیں یعنی دین کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں میری توبہ میری توبہ ہم تو مہر نہیں مقرر کریں گے یہ ظلم ہے ذیادتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی شریح کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو پورا مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کر دیا ہو اور وہ بعد میں اس کا مطالبہ کرے تو شوہر کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کا مہر اس کو واپس کرے کبھی بھی زندگی کے کسی موڑ پر بھی- بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مرد نے عورت کو وہ مہر دیا وہ عورت ہی کا ہے مرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عورت سے لے لے -کسی کو بھی نہیں لینا چاہیے وہ عورت کا حق ہے -اب مرد نے اس سے ضرورت پوری کر لی تو اگر بیوی چاہے تو اس کو واپس لے سکتی ہے صرف ضرورت پوری کرنے کے لئے دیا تھا تو پھر اس کو واپس دینا چاہیے اور اگر وہ یہ چاہتی ہے کہ نہیں تم اس کو لے لو کھا پی سکتے ہو مزا کر سکتے ہو تو پھر کوئی بات نہیں عام طور پر جو تحفہ دیا جائے اس کو واپس نہیں مانگنا چاہیے لیکن مہر کے بارے میں کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ بہت قریب ہے تو مرد نے اگر دے بھی دیا ہے اور پھر آگے کی آیت کا حصہ کہتا ہے**فَإِن طِبْنَ لَكُمْ** اور اگر عورتیں اپنی خوشی سےاگر مرد کو ضرورت پڑتی ہے تو بیوی کہتی ہے اچھا یہ لو **عَن شَيْءٍ مِّنْهُ** اس میں سے کچھ **نَفْسًا** یعنی خوشی سے**فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا** تو مرد اس میں سے خوشی سے کھا سکتے ہیں اس کا استعمال کر سکتے ہیں یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دے تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو اچھا مہر کے سلسلے میں مہر کتنا ہونا چاہیے یہ بہت اہم بات ہے اس حصہ میں بعض لوگ ایک لاکھ ڈالر بھی مقرر کر دیتے ہیں پچاس ہزار ڈالر اور مطلب کیا ہوتا ہے کہ مہر دے گا تو پھر دوسری شادی کرے گا اور میری بیٹی کو طلاق نہیں دے گا اور بعض وقت وہ جو ایک لاکھ مقرر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم نے کون سا دینا ہے جتنے مرضی لاکھ لکھوالیں ہم نے تو ایک پیسہ بھی نہیں دینا لڑکی والے لڑکے سے مذاق کرتے ہیں اور لڑکے والے لڑکی والے سے مذاق کرتے ہیں دونوں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سلسلے میں سنت نبوی کا خیال رکھنا چاہیے

مفھوم حدیث

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر کتنا تھا تو انہوں نے کہا 12 اوقیہ چاندی اور نش پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے مجھ سے پوچھا جانتے ہو نش کیا ہے میں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ نش سے مراد ہے نصف بلکہ نش یا نص، نص بھی بعض لوگ کہتے ہیں تو نصف اور یہ کل12 اوقیہ چاندی یا 500 درھم ہوئے رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیویوں کے لیئے یہی حق مہر تھا **(روایت امام مسلم)**

مفھوم حدیث

ایک دوسری روایت ہے کہ ابوالعجفہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ نے اپنے خطبے کے دوران لوگوں سے کہا کہ دیکھو عورتوں کے حق مہر بڑھ چڑھ کر نہ باندھا کرو کیونکہ اگر مہر بڑھانا دنیا میں کوئی عزت کی بات ہوتی یعنی زیادہ مہر رکھنا دنیا میں عزت کی بات ہوتی یا اللہ کے ہاں تقوی کی بات ہوتی تو نبیﷺ اس کے زیادہ حقدار ہوتے اور میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا یا بیٹی کا حق مہر 12 اوقیہ چاندی سے زیادہ رکھا ہو ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب یہ خطاب کر رہے تھے کہ عورتوں کا مہر زیادہ نہیں ہونا چاہیئے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ایک عورت اٹھی کہنے لگی اے عمر تم کیسے پابندی لگا سکتے ہو

جبکہ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے

وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا

کہ تم اپنی کسی بیوی کو خزانہ بھر بطورمہر دے چکے ہو اس میں قنطار کا لفظ اللہ تعالی نے استعمال کیا کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک ڈھیر مال مہر دیا ہے تو واپس مت لینا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ساختہ پکار اٹھے پروردگار مجھے معاف کر یہاں تو ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہہ ہے پھر منبر پر چڑھے اور کہا لوگو! میں نے تمہیں 400 درہم سے زیادہ حق مہر باندھنے سے روکا تھا میں اپنی رائے واپس لیتا ہوں تم میں سے جو جتنا چاہے مہر دے

پھر آپ دیکھیں کہ ایک اور ہمیں متفق علیہ حدیث ملتی ہے

مفھوم حدیث

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک کھجور کی گھٹلی بھر سونا حق مہر کے عوض ایک انصاری عورت سے نکاح کیا

کہتے ہیں یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ گٹھلی کتنی بڑی تھی، چھوٹی تھی یا بڑی تھی اس کا وزن کتنا تھا تو سونا چونکہ ایک وزنی دھات ہے تو اس لیئے یہ گمان ہے کہ چھ سات تولے سونے کے لگ بھگ ہوگی **مفھوم حدیث**

ایک عورت نے اپنا نفس رسول اللہ کو ھبہ کیا تھا' تحفہ دیا آپ ﷺ خاموش رہے اتنے میں ایک شخص بول اٹھا یارسول اللہﷺ اگر آپ نہیں چاہتے تو اس عورت کا مجھ سے نکاح کر دیں آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تمہارے پاس حق مہر میں دینے کے لیئے کوئی چیز ہے وہ کہنے لگا کچھ نہیں ماں سوائے اس چادر کے جو میں نے لپیٹ رکھی ہے آپﷺ نے فرمایا یہ چادر تم رکھو گے یا اسے دو گے جاؤ کوئی لوہے کی انگوٹھی ڈھونڈ کر لاؤ وہ گیا لیکن اس کو وہ بھی نہ ملی غریب ہوگا اور وہ واپس آگیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کچھ قرآن یاد ہے کہنے لگا کہ ہاں فلاں فلاں سورۃ یاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا اچھا وہی سورتیں اس کو بطور حق مہر زبانی یاد کرا دینا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک لوہے کی انگوٹھی بھی حق مہر ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہ جیسے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کیا مہر لیا تھا جب ان کو نکاح کا پیغام انہوں نے بھیجا تھا تو وہ انصاری صحابی وہ غیر مسلم تھے مسلمان نہیں تھے کئی لوگوں نے نکاح کا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہاکو پیغام بھیجا خوبصورت بھی تھیں اور امیر بھی ، تعلیم یافتہ بھی تھیں تو انہوں نے ان کو یہ کہا تھا جو غیر مسلم تھے کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہوگا تو یہ بھی ہو سکتا ہے تو ہمیں ان تمام حدیث سے جو بات بتا چلتی ہے وہ کیا ہے کہ مہر خاوند کی، شوہر کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے اور لڑکی کا جو خاندان ہے اس کے عرف کے مطابق بھی یعنی عام طور پر لڑکی کے خاندان میں کیا مہر بنتا ہے اور آپس میں فریقین اس پر مطمئن ہو ں ۔اچھا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یا تو لوگ لاکھوں روپے مہر مقرر کرتے ہیں یا پھر 32 روپے تو یہ 32 روپے مہرکہاں سے آگیا لوگ کہتے ہیں شرعی

حق مہر لکھوائیں شرعی حق مہر پورے32 روپے تو یہ شرعی حق مہر پورے32 روپے کہاں سے آگیا تو ہو سکتا ہے یہ اس زمانے کی بات ہو بہت شروع کے زمانے کی جب ایک پیسے کا ایک کلو دیسی گھی مل جاتا تھا ملازمین کی تنخواہ کتنی ہوتی تھی دو روپے ماہانہ اور سونے کا بھاؤ کتنا ہوتا تھا کچھ پیسے یا ایک روپے تولہ تو ہو سکتا ہے یہ اس زمانے کی بات ہو تو جب زمانہ بدلا تو چیزیں بدلیں قیمت ہزار گناہ جب آگے نکل گئی تو پھر اب 32 روپے لوگوں کو آج بھی یاد ہیں ، دیں گے شرعی حق مہر کتنا پورے32روپے تو یہ بھی تفریط ہے، نہ افراط نہ تفریط عدل ہونا چاہیئے، اور میانہ روی ہونی چاہیئے اور وہ کیا ہے کہ شوہر کی حیثیت کے مطابق لڑکی والوں کو مہر کےسلسلے میں بھاؤ تاؤ نہیں کرنا چاہیے بعض اوقات لڑکی والے بہت بھاؤ تاؤ کرتے ہیں جیسے کہ کوئی لڑکی کو بیچ رہے ہیں اور بعض اوقات لڑکی کو واقعی حقیقتاً فروخت کرتے ہیں یعنی وہ اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں مہر کے طور پر جس میں کہ گویا اپنی لڑکی کو بیچ ہی دیا ہے اور یا پھر یہ کہ لڑکیاں بوڑھی ہونے لگتی ہیں اور وہ ان کا نکاح ہی نہیں کرتے تو یہ چیز بھی غلط ہے تو حق مہر یہ لڑکی کا حق ہے اور یہ لڑکی کو ملنا چاہیئے اور اس کو لڑکے کی حیثیت کے مطابق اور یہ بھی نہیں کہ بعضوں کا بس زبانی زبانی ہوتا ہے اور حق مہر معجل اور مؤجل، مؤجل اجل سے ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے کہ کچھ عرصے بعد دیا جائے گا اور معجل عجلت سے ہے جب شوہر بیوی سے ملے تو اس سے پہلے اس کو مہر ادا کر دینا چاہیئے اور مہر دیا بھی اس لیئے جاتا ہے کہ وہ بیوی کے جسم کا مالک بن جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ فرض سمجھتے ہو ئے ادا کرو البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں تو تم اسے مزے سے کھا سکتے ہو اچھا عورت نے معاف کر دیا مرد نے کھا لیا پھر کبھی زندگی میں عورت کہتی ہے نہیں مجھے میرا مہر واپس کرو تو قاضی شریح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عورت نے خوشی سے معاف نہیں کیا تھا اگر اس نے خوشی سے کیا ہوتا تو وہ نہ مانگتی اگر وہ مانگتی ہے تو شوہر کو مجبورًا کہاجائے گا کہ اس کا مہر اس کو ادا کرے اور بعض لوگوں نے مہر دیا ہی نہیں ابھی تک نہیں دیا ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جب اللہ کا یہ پیغام پہنچے تو اس کو ادا کریں یہ ان پر قرض ہے اگر بیوی نے ان کو معاف نہیں کیا **فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا** یعنی یہاں پر مزے سے کھا سکتے ہو اس سے کیا مراد ہے اصل میں عام طور پر تحفہ کبھی کسی سے واپس نہیں لیا جاتا اور تحفہ جب بھی دے دل کی خوشی سے دینا چاہیئے بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہئے اور دوسری بات یہ ہے کہ عورت کو مرد نے دیا تو **نِحْلَةً** یعنی **صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً** خوشی کے ساتھ صدقہ یعنی بڑی سچائی کے ساتھ دیا لیکن کبھی بھی عورت اس کو دیتی ہے یا اس کو ضرورت ہے تو پھر اس میں میری تیری بات نہیں ہے کہ یہ تیرے ہیں مرد اور عورت ان کا آپس کا رشتہ جسم اور لباس کا ہے بہت قربت کا، محبت کا رشتہ ہے اور مرد اور عورت کے پیسوں میں کوئی حساب کتاب بھی نہیں ہونا چاہیئے یعنی یہ الگ بات ہے کہ اگر عورت کماتی ہے عورت کے پیسے ہیں یا عورت کی چیز ہے تو وہ عورت کی ہے یہ بات بھی غلط ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ عورت کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اس کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے یہ بات بھی غلط ہے یعنی اگر عورت کی کوئی بھی چیز ہے اس کے کوئی پیسے ہیں اس کی جا ب کے ہیں اس کے والدین نے دیئے ہیں یا اس کی جو بھی چیز ہے وہ اس کی ملکیت ہے یعنی اس کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی اجازت لے کے اس کا استعمال کیا جائے لیکن کیونکہ میا ں بیوی کا رشتہ بہت قربت کا رشتہ ہے تو بعض اوقات جہاں بہت قربت ہوتی ہے تو کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا کوئی میری تیری نہیں ہوتی لیکن محبت ہونی چاہیئے کہ ہاں یہ کمزور جان ہے لیکن اس کے بھی کچھ حقوق ہیں اس کی بھی کچھ چیزیں ہیں اس کو تسلیم کرنا چاہیے یہ نہیں کہ انسان تسلیم نہ کرے اور اس کے ساتھ زیادتی کرے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جیسے

عورت کا کچھ ہے ہی نہیں ، تو ایسا نہیں ہے جیسے آپ نے یہ بات بھی پڑھی ہوگی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جب پیارے رسول ﷺ کی شادی ہوئی تو پیارے رسول ﷺ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا بہت غربت تھی لیکن یہی آپ کو سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ساری دولت اسلام کے فروغ پر خرچ کر دی یعنی یہ نہیں ملتا کہ وہ پیارے رسول ﷺ کی دولت بن گئی تھی یعنی یہی ملتا ہے کہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پیسے تھے اور وہ پھر خرچ ہوتے تھے تو بعض اوقات مرد اس کو اپنی انا کے خلاف سمجھتے ہیں ایسی کوئی بات نہیں گھر میں جب دونوں اکٹھے رہ رہے ہیں تو آپس میں مل جل کر اپنے ایک دوسرے کے فرائض ذمہ داریاں ادا کر سکتے ہیں یعنی اکثر عورتیں یہ پوچھتی ہیں کہ جیسے ہمارا کچھ ہے ہی نہیں تو یہ بھی ظلم کی انتہا ہے یعنی عورتوں کا بھی ہے مردوں کا بھی ہے اور عورت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ مرد کے جو پیسے ہیں اس کو ضائع نہ کرے چھپا کر چوری چھپے ادھر ادھر نہ کرے یعنی مرد کی اجازت سے ان کو خرچ کرنا چاہیئے اور مرد کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر عورت کی کوئی چیز ہے تو یہ والی بات نہیں ہے کہ گھر میں رہتے ہوئے ضرورت ہے اس بات کی کہ با قاعدہ کہا جائے کہ آپ کی اجازت ہے میں خرچ کرلوں مل جل کررہ رہے ہیں تو خرچ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ پتہ ہونا چاہیے کہ ہاں اس کی مالکن کون ہے اس کا مالک کون ہے یعنی یہ کہ دماغ کے اندر وہ خانہ ہی نہیں ہے کہ اس میں عورت کی بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے یہ چیز غلط ہے عورت کے تحائف ہیں اس کی تنخواہ ہے اس کی وراثت ہے یا کوئی بھی چیز ہے تو وہ عورت کی ہے وہ اپنی خوش دلی سے کسی کو بھی دے دے تو یہ الگ بات ہے تو اس کو مزے سے کھایا پیا جا سکتا ہے

آیت5:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

ترجمہ:

اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو، البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیئے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو

اور وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیئے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو البتہ انہیں کھانے پینے اور پہننے کیلئے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو اس آیت میں امت کو ایک بڑی جامع ہدایت کی گئی ہے اور اس کا مطلب کیا ہے کہ مال قیام زندگی کا ایک ذریعہ ہے تو نادان لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہونے چاہیں ایسے لوگ جن کے اندر عقل نہیں ہے بے وقوف ہیں، چھوٹی عمر کے ہیں تو مال کو ضائع کر دیں گے کیونکہ مال ضائع ہوگا تو معیشت ضائع ہوگی جب مال ضائع ہوگا اخلاق خراب ہوگا بعض اوقات بچے ہیں باپ سر سے اٹھ گیا تو ان کے ہاتھ جب پیسے آ جاتے ہیں تو برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کھانے کے بہانے بہت سے عیار اور چالاک دوست جمع ہو جاتے ہیں پھر فلمیں ، عورتیں اور برائیاں ہیں تو نظام اخلاق تباہ ہو کر رہ جاتا ہے تو یہاں پر اللہ تعالیٰ کیا چیز بتاتے ہیں کہ جو مال ہے وہ سفہاء ، بے وقوفوں کے، نادانوں کے، سپرد نہ کرو یعنی ایسے لوگوں کو نہ دو جن کے پاس عقل نہیں ہے اور دوسری بات کیا ہے کہ مال کے ذریعے سے معاشرے کی ترقی ہوگی یا پھر معاشرے کے اندر تنزل ہوگا تو اس کا صحیح طرح استعمال ہونا چاہیئے ایسے لوگوں کے پاس مال

نہیں ہونا چاہیئے جو کہ فضول یا ناجائز کاموں پر اس کو خرچ کر دیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کا قریبی رشتہ دار یا کسی کا بڑا بھائی چھوٹے سے کہے کہ تو بے وقوف ہے تیرا مال میرے پاس ہے اس کایہ مطلب بھی نہیں ہے قریبی رشتہ دار دوسرے کو کہے کہ یہ تو ہے پاگل یہ تو سمجھدار نہیں لگتا اس کا مال بھی اپنے پاس لے لیا قرآن کی اس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی کی جائے دراصل اس سے مراد نادان یتیم ہی نہیں ہے بلکہ گھر کے اندر خاندان میں بھی کوئی بھی ایسا نا سمجھ ہو سکتا ہے کہ دوسرا سمجھ دار اس کے مال کی کچھ عرصہ حفاظت کرے پھر اس کو دے دے کہ یہ تھوڑا بڑا ہو جائے تھوڑا عقلمند بن جائے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے مال کو ضائع کر دیا جائے یا کھا لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یتیموں کا مال تجارت پر لگایا کرو ایسا نہ ہو کہ زکواۃ ہی ان کے مال کو کھا جائے اس سے دو باتیں پتا چلتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ یتیموں کے مال بھی اگر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر زکواۃ لاگو بھی ہوگی اور دوسری یہ کہ جہاں تک ممکن ہو یتیموں سے، ان کے مالوں سے، خیرخواہی یہ بتاتی ہے کہ کسی کے پاس اگر مال ہے اور اس کے اندر اس مال کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں ہے تو خاندان والے گھر کے جو بڑے ہیں ماں باپ یا پھر حکومت اسلامی اس بات کا انتظام کرے گی کہ یہ شخص اس مال کو ناجائز برے طریقوں پر، برے راستوں پر، فحاشی کے اڈوں پر عریانی اور فحاشی کے کاموں پر خرچ نہ کر لے اس کی ضروریات زندگی کا انتظام کرے گی اور اس سے اس کو روکے گی تو اللہ تعالی یہاں پر یہی کہتے ہیں کہ بے شک سفھاء سے مراد یعنی یتیم ہیں یا عام نادان لوگ ہیں تو ان کے مال ان کے سپرد نہ کرو ہاں **وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ** انہیں کھانے اور پہننے کیلئے دو **وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا** اور انہیں نیک ہدایت کرو ان سے اچھی بات کرو جب بھی بات کرو تو ان کے ساتھ اچھی بات کرنی ہے یہ نہیں ہے کہ ان کے ساتھ زیادتی کرنی ہے تو اچھا یہاں پر

1. ایک رائے یہ ہے کہ سفھاء سے مراد کم عقل اور نابالغ یتیم ہیں تو اللہ تعالی نے ولیوں کو منع کیا کہ ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو تاکہ اپنی عقلی نا سمجھی کی وجہ سے اس کو ضائع نہ کر دیں اور
2. دوسری رائے میں ان سے مراد عورتیں اور بچے ہیں تو جیسے اللہ تعالی نے اپنا مال اپنی عورتوں اور بچوں کو دینے سے اس لئے منع کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرد جب اپنا مال بچوں یا عورتوں کے سپرد کرے اور وہ اپنی نادانی کی وجہ سے اس کو ضائع کر دے اور مرد کو جب ضرورت پیش آئے تو وہ منہ تکتا رہ جائے

3 . تیسری رائے یہ ہے کہ ہر وہ آدمی جس کے پاس مال کی حفاظت کے لئے کافی عقل نہ ہو سارے ہی اس میں شامل ہیں تو بہرحال یہاں پر جو پابندی مال پر لگائی گئی ہے کم عمری ہو سکتی ہے کم عقلی ہو سکتی ہے، بے دینی ہو سکتی ہے، کسی بھی وجہ سے بعض اوقات مال کو دوسرا شخص ضائع کر دیتا ہے اور انسان کو پھر قرضہ لینے کی نوبت پیش آجاتی ہے تو تمام چیزیں اس میں آتی ہیں لیکن یہ کہ مطلب ایسے لوگوں کو کھانے پینے کو دینا ان کی ضروریات کا خیال رکھنا یہ ضروری ہے اور ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اچھا بول بولنا

آیت 6:

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا

ترجمہ:

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم اُن کے اندر اہلیت پاؤ تو اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو ایسا کبھی نہ کرنا کہ حد انصاف سے تجاوز کر کے اِس خوف سے اُن کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے یتیم کا جو سرپرست مال دار ہو وہ پرہیز گاری سے کام لے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقہ سے کھائے پھر جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنا لو، اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے

پھر فرمایا **وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ** اور یتیموں کو دیکھتے رہو ان کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں **فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا** پھر جب تم ان کے اندر رُشد دیکھو تو کیا کرو **فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ** تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اب یہاں پر جو خاص بات ہے وہ کیا ہے کہ اللہ رب العزت یہ کہتے ہیں کہ یتیموں کے مال کب تم نے واپس دینے ہیں دو شرطیں یہاں پر لگائی ہیں اور ان میں سے ایک تو بلوغت ہے اور دوسری ہے رُشد ۔بلوغت کیسے ؟کہ ان کو دیکھتے رہو جب تک کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں اور دوسری چیز کیا ہے کہ رُشد عقلمندی۔ تو بلوغت کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے کہ انسان بالغ کب ہوا گرم ممالک میں گرم علاقوں کی جو جگہیں ہیں وہاں پہ لڑکے لڑکیاں جلد بالغ ہوتے ہیں جبکہ سرد ممالک میں دیر سے ہوتے ہیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے اندر کچھ ایسی علامات نظر آتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ بالغ ہو گئے ہیں مثلاً لڑکوں کو احتلام ہونا لڑکیوں کو حیض آنا یہ خاص علامتیں ہیں پھر کچھ ایسی علامتیں ہیں جو ان دونوں میں یکساں پائی جاتی ہیں مثلاً عقل داڑھ کا اگنا، آواز کا نسبتاً بھاری ہو جانا، تھوڑی آواز پھٹنے سی لگتی ہے بھاری ہو جاتی ہے پھر اسی طرح بغلوں کے نیچے اور زیرِ ناف بال اگنا اور مردوں کے لیئے داڑھی اور مونچھ کے بال اگنا یہ وہ پکی علامتیں ہیں جن سے اندازہ ہونے لگتا ہے کہ اب لڑکی اور لڑکا بالغ ہونے لگے ہیں تو یہ ہے مطلب کہ سن بلوغ کے قریب پہنچ رہے ہوں یعنی بالغ ہو جائیں، دوسری چیز کیا ہے جب تم محسوس کرو کہ ان کے اندر عقل آرہی ہے تو اس سے مراد کیا ہے کہ ان کے اندر عقل آرہی ہے سمجھداری ذہنی پختگی یہ بھی اس سے مراد ہے کہ ذہنی طور پر بھی ان کے اندر پختگی ہو ان کے اندر یہ سمجھ ہو کہ مال کو کہاں خرچ کرنا ہے کہاں استعمال کرنا ہے کب کرنا ہے کب نہیں کرنا ہے یہ ساری باتیں ہیں تو اگر وہ بالغ نہ ہو اور ان کے اندر عقل نہ ہو تو پھر کیا ہوگا کہ مال ان کا ضائع ہو جائے گا تو ایسی حالت میں کیا کیا جا سکتا ہے **فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ** تو ان کا مال ان کے سپرد کیا جا سکتا ہے**وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا** اور نا کھاؤ ان کے مال اسراف کر کے اور جلدی جلدی کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اس کا کیا مطلب ہے اب پتہ چل رہا ہے کہ بچہ بالغ ہونے والا ہے تو جلدی جلدی کھا لیں کہ بڑا ہو جائے گا تو اس کو دے دینا ہے تو پھر تو اس میں سے کھا ہی نہیں سکیں گے یا پھر یہ کہ کسی کا مال ہے تو اس میں ضرورت سے زیادہ اس میں سے کھانا تو یہاں پہ دراصل مال کی حفاظت کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ ان کے مال کی حفاظت کرنی چاہیئے تو مال جو ہے اس کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ دنیا کے حالات پھر متوازن نہیں رہتے یہ ایک بڑا خوبصورت زمخشری نے سلف کا قول نقل کیا ہے کہ مال مومن کا ہتھیار ہے اسی طرح

سفیان ثوری کے پاس ایک سامان تھا اسے وہ الٹتے پلٹتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو بنی عباس مجھے اپنے ہاتھ کا رومال بنا لیتے الله نے ان کو بڑا نوازا تھا اور بنی عباس چاہتے تھے ان کے مطابق فتویٰ دیں وہ نہیں دیتے تھے اور بعض اوقات جو گورنمنٹ کے لوگ ہوتے ہیں حکومت جو ہوتی ہے وہ مال دے کر علماء کو خریدنا چاہتی ہے تو اس سے یہاں پر منع کیا گیا ہے پھر فرمایا **وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ** اور جو تم میں سے امیر ہو تو اس کو پر ہیز گاری سے کام لینا چاہیئے جو یتیم کا ولی ہے اس کو پرہیزگاری سے کام لینا چاہیئے تو پرہیزگاری سے کیا مراد ہے کہ معقول طور پر جتنا اس کا حق الخدمت ہوتا ہے وہ لے لے یہ نہ ہو کہ وہ زیادہ لے اور جو کھاتا پیتا ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ لے **فَلْيَسْتَعْفِفْ** یعنی لے ہی نہ ، چھوڑ دے، الله ہی سے مانگے اور الله نے اس کو دے رکھا ہے **وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ** اور اگر غریب ہو تو معروف طریقے سے اپنی خدمت کا حق لے سکتا ہے یعنی چوری چھپے نہیں علانیہ متعین کرے کہ میں اس یتیم کی خدمت کرتا ہوں اس کے کام کرتا ہوں تو اتنا اس کا جو واجبی سا خرچہ اس میں سے لے سکتا ہے **فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ** پھر جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنا لو **وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا** اور حساب لینے کے لیئے الله کافی ہے تو یہاں پر پھر کیا بات پتا چلتی ہے کہ اب یتیم کے اندر یہ دو صفتیں پیدا ہو گئیں بلاغت اور رشد تو اب کیا ہے کہ دو گواہ بنا لیئے جائیں تاکہ بعد میں جھگڑا نہ پیدا ہو یا کوئی چیز بعد میں یاد آئے تو تصفیہ میں آسانی رہے تو تحریری صورت میں معاہدہ ہونا چاہیئے کہ ہاں یہ ان کا مال تھا ان کے سپرد کر دیا اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ الله کو اس پر گواہ بنا لیا جائے یعنی لوگ تو گواہ بنیں گے لیکن اصل گواہ کون ہے الله تعالیٰ **وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا** کہ الله حساب لینے کے لئے کافی ہے تو کیونکہ اگر انسان بددیانتی کرے گا تو پھر الله اس کو پکڑےگا اور ایسا پکڑے گا جیسا کہ پکڑنے والا پھر کوئی اور نہیں تو یہاں پر عوام کو اور خواص کو اس چیز پر متوجہ کیا گیا ہے کہ جو نادان لوگ ہیں یہ یتیم ہیں ان کے مال ناجا ئز طریقے سے کھانا نہیں چاہیئے ورنہ پھر الله کی پکڑ بہت سخت ہوگی الله تعالیٰ ہم سب کو عمل کی بہترین توفیق عطا کرے آمین

سُبْحَا نکَ اللَّھُمَّ وَ بِحَمْدِ کَ نشْهَدُ اَلَّا اِلٰہَ اِ لَّا اَنْتَ نسْتَغْفِرُ کَ وَ نتُوْ بُ اِلَيْکَ